باسمہ تعالیٰ

لَہُ الأَسْمَاءُ الحُسْنیٰ

قَالَ الشَّیْخُ اِبْنُ الحَاجِبِ الاِسْمُ مَا دَلَّ عَلیٰ مَعْنًی فِی نَفْسِہٖ

حاصل و محصول کی مفصل اور نہایت آسان شرح

یعنی

التوضیح المقبول

مؤلفہ

حضرت بحر العلوم مفتی سید محمد افضل حسین

سابق مفتی مرکز اہلسنت و جماعت جامعہ منظرِ اسلام بریلی شریف انڈیا

و جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد

مالک و مینجر: الحاج سید محمد احمد B-1481 باغ حیات علی شاہ سکھر فون: 071-5626526

طابع و ناشر: مکتبہ فیضانِ بحر العلوم مکان نمبر 1838 گلی نمبر 3 محلہ اکبر ٹاؤن نشاط آباد فیصل آباد فون: 041-8756419

Scanned by CamScanner

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ العلیّ العلیم۔ والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہ الکریم الحکیم۔ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ العزّ الکرام۔ ما دار اللیالی والایام۔ تقارنت الصحف والاقلام۔ وبعد فلما رأیت الحاصل والمحصول۔ معرکۃ الآراء ومزلۃ العقول۔ شرحت مستیقنا من اللّٰہ القبول مسمّیًا بالتوضیح المقبول۔ فی الحاصل والمحصول وھو ان کان مستنبطًا من کلام الفحول۔ لکنی نظمتہ بحیث یصیر درک المقاصد سہل الحصول وھا انا اشرع فی المقصود مستعینًا بولی الخیر والجود۔

کافیہ کی عبارت الاسم ما دلّ علیٰ معنیً فی نفسہٖ میں ما اسمیہ ہے، جو موصولہ بھی ہو سکتا ہے اور موصوفہ بھی، لیکن موصوفہ ماننا اولیٰ ہے، اس لیے کہ وہ نکرہ ہے اس لئے شارح نے نکرہ سے اس کی تفسیر کی اور فرمایا: ای کلمۃ دلت۔ عبارت مذکورہ میں معنیً موصوف ہے اور فی نفسہٖ اس کی صفت، لیکن جار مجرور جب تک کسی فعل یا شبہ فعل کے متعلق نہ ہو، جملہ کا جز نہیں بنتا، اسی لئے شارح نے کائن مقدر مانا اور ضمیر مجرور کا مرجع نہ کلمہ ہے نہ اسم نہ معنیً، بلکہ ما اسمیہ ہے۔ قال الجامی ای فی نفس ما دلّ۔ شارح نے ما اسمیہ کے بعد دَلَّ اسی لئے ذکر کیا کہ صفت کے بغیر ما موصوفہ اور صلہ کے بغیر ما موصولہ مذکور نہیں ہوتا۔ ضمیر مجرور کا مرجع کلمہ اس لئے نہیں مانا جا سکتا کہ (۱) ضمیر مجرور مذکر ہے اور کلمہ مؤنث (۲) اور اس لئے بھی کہ مصنّف کی تصریح کے خلاف ہے۔ ایضاح میں مصنّف نے یہ لکھا ہے کہ الضمیر فی ما دل علیٰ معنیً فی نفسہ یرجع الیٰ مَعنی اور اسم اس لئے نہیں مانا جا سکتا کہ (۱) ایضاح کی تصریح کے خلاف ہے (۲) اور اس لئے بھی کہ محدود کا استعمال حد میں لازم آتا ہے اور یہ دَور کو مستلزم ہے۔ (۳) اور اس لیے بھی کہ دلیل حصر کے

ضمن میں اسم کی تعریف جو مجملاً مذکور ہے، اس میں ضمیر کا مرجع کلمہ ہے۔ لہٰذا تعریف مجمل اور تعریف مفصل میں تخالف لازم آئے گا اور معنی بھی اسی لئے نہیں مانا جا سکتا کہ تعریف مجمل اور تعریف مفصل میں تخالف لازم آتے گا۔

سوال: ضمیر مجرور کا مرجع ما اسمیہ ماننے پر تعریف مجمل اور تعریف مفصل میں کیا تخالف لازم نہیں آتا؟

جواب: نہیں اس لئے کہ ما اسمیہ سے کلمہ ہی مراد ہے قال الجامی یعنی الکلمۃ یہاں پر الکلمۃ معرفہ لاکر شارح نے یہ بتایا کہ عبارت مذکورہ میں ما موصولہ بھی مانا جا سکتا ہے

سوال: ما اسمیہ سے کلمہ مراد لینے پر اس کی طرف مذکر کی ضمیر کیسے راجع ہوگی؟

جواب: اس لئے کہ ما اسمیہ خود مذکر ہے، اگرچہ اس سے کلمہ ہی مراد ہے: قال الجامی فتذکیر الضمیر بناءً علیٰ لفظ الموصول ای او علیٰ لفظ الموصوف۔

سوال: ضمیر مجرور کا مرجع ما اسمیہ ماننے پر کیا ایضاح کی مخالفت لازم نہیں آتی؟

جواب: نہیں اس لئے کہ دونوں عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے یعنی مستقل بالمفہومیۃ ہونا، چنانچہ ملا جامی نے اس بحث کے آخر میں یہ لکھا ہے کہ فمرجع کینونتہ المعنی فی نفسہ وکینونتہ فی نفس الکلمۃ الدالۃ علیہ الیٰ مرواحد وھو استقلالہ بالمفہومیۃ

سوال: ایضاح میں مصنف کی تصریح پر ظرفیۃ الشیئ لنفسہ لازم آتی ہے، اور اسم کی تعریف میں ضمیر مجرور کا مرجع مصنف نے معنی کو قرار دیا ہے، تو مصنف کے نزدیک حرف کی تعریف میں بھی ضمیر مجرور کا مرجع ضرور معنی ہی ہے، یعنی الحرف مادل علی معنی فی غیرہ کا مطلب مصنف کے نزدیک الحرف مادل علیٰ معنی فی غیر المعنی ہے اور معنی کا حصول غیر معنی میں بالکل مہمل اور بے معنی ہے۔

جواب: خود مصنف نے ایضاح میں پہلے سوال کا جواب بایں الفاظ تحریر فرمایا ہے کہ ی مادل علیٰ معنی باعتبارہ فی نفسہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حرف جر کا متعلق محذوف

Scanned by CamScanner

ہے یعنی اعتبار لہذا نظر فیہ الشیئ لنفسہٖ لازم نہیں آتی اور دوسرے سوال کا جواب بایں الفاظ تحریر فرمایا ہے: ولذالک قیل الحرف ما دلّ علیٰ معنیٰ فی غیرہٖ ای حاصل فی غیرہٖ ای باعتبار متعلقہ لا باعتبارہٖ فی نفسہٖ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جیسے اسم کی تعریف میں فی حرف جر کا متعلّق محذوف ہے۔ حرف کی تعریف میں بھی محذوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ حرف ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو اپنے متعلّق میں اعتبار کئے جانے سے پایا جائے اور بلا شبہ حرف کا معنی اپنے متعلّق میں اعتبار کئے جانے ہی پر پایا جاتا ہے، جس کا بیان محصول میں مجملاً اور حاصل میں تفصیلاً ہے۔

سوال: اعتبار کا معنی قیاس ہے جیسے فاعتبروا یا اُولی الابصار میں اعتبار کا معنی قیاس ہے اور نفسِ معنی میں معنی کا قیاس کوئی معنیٰ نہیں رکھتا، اس لئے اسم کی یہ تعریف فاسد ہے کہ مَا دل علی معنی باعتبارہٖ فی نفسہٖ ؟

جواب: اس سوال کا جواب بھی خود مصنّف نے ایضاح میں یوں تحریر کیا ہے: وبالنظر الیہِ فی نفسہٖ لا باعتبار امر خارج عنہ۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسم فعل اور حرف کی تعریفات میں اعتبار کا معنی نظر ہے نہ کہ قیاس۔ لہذا اسم کی تعریف کا یہ مطلب ہے کہ اسم ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جس کی طرف فی نفسہٖ نظر کئے جانے سے پایا جائے نہ یہ کہ غیر کی طرف نظر کئے جانے سے پایا جائے، یعنی جو معنی منظور الیہ فی نفسہٖ ہو نہ کہ وہ معنی جو منظور الیہ فی غیرہٖ ہو اور حرف کی تعریف کا مطلب یہ ہے کہ حرف ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جس کی طرف فی غیرہٖ نظر کئے جانے سے پایا جائے، یعنی جو معنی منظور الیہ فی غیرہٖ ہو نہ کہ وہ معنی جو منظور الیہ فی نفسہٖ ہو۔

سوال: تعریف میں کچھ مقدر ماننا جائز نہیں ہے، اس لیے یہاں اعتبار مقدّر ماننا غلط ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب بھی خود مصنف نے ایضاح میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ کقولک الدار فی نفسھا حکمھا کذا ای لا باعتبار امر خارج عنھا جس کا خلاصہ یہ ہے

کہ جس کلام میں ایک چیز فی کے ذریعہ اپنے نفس یا غیر کی طرف منسوب ہو تو وہاں باعتبار مقدر ماننا شائع اور ذائع ہے۔ چنانچہ عرب میں بولا جاتا ہے۔ الدار فی نفسہا حکمہا کذا اور مطلب یہ ہوتا ہے الدار باعتبارھا فی نفسہا حکمہا کذا لا باعتبار امر خارج عنہا اور جس کلمہ کا مقصد ہونا ثابت ہو [illegible] تعریف میں مقدر ماننے سے کچھ التباس پیدا نہیں ہوتا [illegible]

سوال: الدار فی نفسہا حکمہا کذا کی وضاحت فرمائیے؟

جواب: کوئی گھر نہایت شاندار بنا ہو اور اس کی بنوائی۔ اینٹ مسالہ [illegible] وغیرہ میں پچاس ساٹھ ہزار روپے سے زیادہ خرچ ہوتے ہوں، لیکن اُس کے آس پاس ہر طرف جرائم پیشہ لوگ بستے ہوں، جن سے جان، مال، آبرو ہر وقت خطرے میں ہو تو اُس گھر کے لئے یہی کہا جائے گا کہ الدار فی نفسہا حکمہا ان مشتریہا بخمسین الفاً یکون رابحاً اما باعتبار امر خارج عنہا فحکمہا ان مشتریہا بثلاثۃ الاف یکون خاسراً۔ ایضاح کی عبارت مذکورہ کی مختصر شرح اس طرح ہے: (الضمیر المجرور (فی ما دل علیٰ معنی فی نفسہ یرجع الیٰ معنی) لا الیٰ لفظۃ ما الموصوفۃ او الموصولۃ ولا یلزم التدافع بین قول المصنف فی الایضاح وبین تفسیر الشارح قولہ ھٰھنا لما سیاتی من الشارح فی آخر المبحث ما نصہ فمرجع کینونۃ المعنی فی نفسہ وکینونتہ فی نفس الکلمۃ الدالۃ علیہ الی امر واحد ھو استقلالہ بالمفھومیۃ (ای ما دل علیٰ معنی) کائن (باعتبارہ) ای المعنی (فی نفسہ) ای فی نفس المعنی فیہ اشارۃ الیٰ ان قولہ فی نفسہ متعلق بمصدر مقدر مجرور جارہ متعلق بکائن مقدر یعنی ان الاسم ما دل علیٰ معنی کائن لکونہ معتبراً فی نفسہ والمراد بکون المعنی معتبراً فی نفسہ ان یکون منظوراً الیہ فی نفسہ ولذا قال عاطفاً علیٰ قولہ باعتبار تفسیراً لہ (وبالنظر الیہ) ای الی المعنی (فی نفسہ) ای فی نفس المعنی (لا باعتبار امر خارج عنہ

Scanned by CamScanner

ای عن المعنی۔ فالضمائر المجرورۃ کلها راجعۃ الی المعنی یعنی ان الاسم لا تدل علی معنی کائن لکونه معتبرا فی امر خارج عنه وقولنا فی تعریف الاسم معنی فی نفسه (کقولك الدار فی نفسها حکمها کذا) ای الدار الکائنة باعتبارها فی نفسها حکمها کذا۔ یعنی انّ الدار لکونها معتبرۃ فی نفسها حکمها کذا (ای لا باعتبار امر خارج عنها) یعنی لیس حکمها کذا لکونها معتبرۃ فی امر خارج عنها۔ وهو کونها فی محلة فلان او جوار فلان او قریبة من شیئ کذا او بعیدۃ من شیئ کذا وغیرها من الامور التی توجب الحسن او القبح فیها (ولذالك) ای ولکون الضمیر المجرور فی قوله فی نفسه راجعًا الی المعنی والظرف متعلقا بمصدر مقدر مجرور جاره متعلقا بکائن مقدر (قیل الحرف مادل علی معنی فی غیرہ ای حاصل فی غیرہ ای باعتبار متعلقه) ای مادل علی معنی حاصل لکونه معتبرا فی متعلقه (لا باعتبار فی نفسه) ای لا تدل علی معنی کائن لکونه معتبرا فی نفسه۔

تنبیہ: اعتبار، لحاظ، نظر اور التفات، چاروں کا مطلب ایک ہی ہے۔ یونہی معتبر، ملحوظ، منظور الیہ اور ملتفت الیہ کا معنی بھی ایک ہی ہے اور اسم و حرف میں یہ فرق ہے کہ اسم کا معنی منظور الیہ فی نفسہ اور حرف کا معنی منظور الیہ فی غیرہ ہے۔ اسی فرق کو محصول میں مجملاً اور حاصل میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

محصول[1] کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح موجود خارجی کی دو قسمیں ہیں (۱) قائم بذاتہ یعنی وہ موجود خارجی جو کسی کا وصف اور اپنے وجود میں غیر کے وجود کا تابع[2] نہیں ہے، اس کو جوہر کہتے ہیں۔

---

[1] قولہ محصول المحصول والحاصل بمعنی واحد فی الصراح حاصل الشیئ محصولہ ای بقیته ونقدہ وفی القاموس الحاصل من کل شیئ مابقی وثبت وذہب ماسواہ والمحصول الحاصل ۱۲ منہ

[2] قولہ تابع نہیں ہے یعنی نہ وصف ہو نہ اپنے وجود میں غیر کے وجود کا تابع ہو جیسے جسم یا وصف نہ ہو لیکن اپنے وجود میں غیر کے وجود کا تابع ہو جیسے ھیولی یا وصف ہو، لیکن اپنے وجود میں غیر کے وجود کا تابع نہ ہو جیسے صورت جسمیہ ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

(۲) قائم بغیرہ یعنی وہ موجود خارجی کہ جو کسی کا وصف اور اپنے وجود میں غیر کے وجود کا تابع ہے
اس کو عرض کہتے ہیں اسی طرح موجود ذہنی کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) ملتفت الیہ بذاتہ یعنی جو مدرک
ہونے میں غیر کے ادراک کا تابع نہیں ہے، بلکہ قصداً مدرک ہے اس کو **مستقل بالمفہومیۃ** کہتے ہیں
(۲) ملتفت الیہ بغیرہ یعنی جو مدرک ہونے میں غیر کے ادراک کا تابع ہے اور قصداً مدرک نہیں ہے
اس کو **غیر مستقل بالمفہومیۃ** کہتے ہیں، البتہ اتنا فرق ہے کہ کوئی موجود خارجی ایسا نہیں ہے کہ
ایک حیثیت سے قائم بذاتہ اور دوسری حیثیت سے قائم بغیرہ ہو لیکن بعض مفہوم ایک حیثیت سے
ملتفت الیہ بذاتہ اور دوسری حیثیت سے ملتفت الیہ بغیرہ ہوتا ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات
نہیں ہے کہ ایک ہی چیز ایک حیثیت سے ملتفت الیہ بذاتہ اور دوسری حیثیت سے ملتفت الیہ بغیرہ
ہو، مثلاً ہم جب جب آئینہ دیکھتے ہیں، تو آئینہ اور چہرہ دونوں ایک ساتھ دکھائی دیتے ہیں لیکن
آئینہ خریدنے کے وقت جب ہم آئینہ دیکھتے ہیں، تو اس وقت آئینہ ملتفت الیہ بالذات اور چہرہ
ملتفت الیہ بالعرض ہوتا ہے اور منہ دھو کر جب ہم آئینہ دیکھتے ہیں تو اس وقت چہرہ ملتفت الیہ
بالذات اور آئینہ ملتفت الیہ بالعرض ہوتا ہے، یعنی کبھی ہم آئینہ دیکھتے ہیں اور اسی کو دیکھنا ہمارا
مقصود ہوتا ہے لیکن چہرہ بھی تبعاً دکھائی دیتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم آئینہ دیکھتے ہیں لیکن
اس کو دیکھنا ہمارا مقصود نہیں ہوتا ہے، بلکہ چہرہ دیکھنا مقصود ہوتا ہے، اسی طرح بعض مفہوم
مثلاً مفہوم ابتداء کا ادراک ہم جب جب کرتے ہیں، تو مفہوم ابتداء اور اس کا متعلق دونوں
ایک ساتھ مدرک ہوتے ہیں، لیکن بسا اوقات مفہوم ابتداء کا ادراک ہمارا مقصود ہوتا ہے
اور اس کے متعلق کا ادراک تبعاً ہوتا ہے اور بسا اوقات مفہوم ابتدا کا ادراک ہمارا
مقصود نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے متعلق کا ادراک مقصود ہوتا ہے اور مفہوم ابتدا کا ادراک
تبعاً ہوتا ہے۔ پہلی صورت میں مفہوم ابتدا ملتفت الیہ بذاتہ اور مستقل بالمفہومیۃ ہے
اور دوسری صورت میں ملتفت الیہ بغیرہ اور غیر مستقل بالمفہومیۃ ہے۔
اس تقریر سے یہ سمجھ میں آگیا ہوگا کہ جس مفہوم کا ادراک قصداً ہو وہ ملتفت الیہ بذاتہ

اور منظور الیہ فی نفسہ اور ملحوظ فی بذاتہ اور معتبر فی نفسہ ہے اور جس مفہوم کا ادراک تبعاً ہو، وہ ملتفت الیہ بغیرہ اور منظور الیہ فی غیرہ اور ملحوظ فی غیرہ اور معتبر فی غیرہ ہے ان دونوں میں پہلا مفہوم مستقل بالمفہومیۃ ہے، لہٰذا وہ محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور دوسرا غیر مستقل بالمفہومیۃ ہے، لہٰذا وہ نہ محکوم علیہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے نہ محکوم بہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ وَھٰذا معنی قولہ کما ان فی الخارج موجودًا قائمًا بذاتہ (الی قولہ) فلا یصلح[1] بشئ منہما۔

سوال: فعل کا معنی مستقل بالمفہومیۃ ہے، لیکن وہ محکوم علیہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے؟

جواب: حدث جو فعل کا تضمنی معنی ہے، وہ مستقل بالمفہومیۃ ہے نہ کہ مطابقی معنی؛ اس لئے فعل محکوم علیہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔

سوال: فعل کا مطابقی معنی جبکہ مستقل بالمفہومیۃ نہیں ہے، تو اس میں محکوم بہ بننے کی صلاحیت کیسے ہوگی؟

جواب: فعل کا معنی مطابقی محکوم بہ نہیں بنتا ہے، بلکہ اس کا تضمنی معنی ہی محکوم بہ بنتا ہے: یعنی حدث۔

سوال: حدث جو فعل کا معنی تضمنی ہے، وہ مستقل بالمفہومیۃ ہونے کی وجہ سے محکوم بہ بنتا ہے اور محکوم علیہ نہیں بنتا ہے، یہ کیوں؟

جواب: حدث جو فعل کا معنی تضمنی ہے، وہ اگرچہ مستقل بالمفہومیۃ ہے لیکن اس کی نسبت کسی فاعل کی طرف واضع نے لازم کردیا ہے اس لئے وہ بحسب وضع مسند ہونے کیلئے ہی متعین ہے اور بتایا جاچکا ہے کہ مفہوم ابتدا کا ادراک کبھی قصدًا و بالذات ہوا کرتا ہے۔ اس صورت میں مفہوم ابتدا مستقل بالمفہومیۃ اور ملتفت الیہ بذاتہ اور ملحوظ فی ذاتہ ہے، لہٰذا اس صورت میں مفہوم ابتدا کے ادراک و تعقل کیا ہے، اس کے متعلق کا ادراک اجمالاً اور تبعًا کافی ہے۔

---

[1] قولہ فلا یصلح الخ و یاتی الدلیل علیہ من الشارح فانتظرہ، ۱۲ منہ

جو متعلق کو ذکر کئے بغیر بھی ہو جاتا ہے اس لیے اس صورت میں مفہوم ابتداء کے ادراک و تعقل کیلئے اس کے متعلق کے ذکر کی حاجت نہیں ہوتی۔ اس صورت میں مفہوم ابتداء پر دلالت کرنے کے لئے لفظ **ابتداء** وضع کیا گیا ہے، اسی لئے لفظ ابتدا کی دلالت اس کے موضوع لہٗ پر ہونے کیلئے لفظ ابتدا کے ساتھ کوئی ایسا کلمہ ذکر کرنا ضروری نہیں ہے جو مفہوم ابتداء کے متعلق پر دلالت کرے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ لفظ ابتدا کا معنی لفظ ابتدا ہی میں ہے، یعنی لفظ ابتدا اپنے موضوع لہٗ پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کے ذکر کئے جانے کا محتاج نہیں ہے: و ھٰذا معنی قولہ فالابتداء مثلاً (الی قولہ) فی نفس الکلمة الدالة علیہ۔

اور اوپر یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ مفہوم ابتدا کا ادراک کبھی تبعاً اور بالغیر ہوتا ہے اور ایسا اس وقت ہوگا، جب مفہوم ابتدا کا ادراک اس طرح عقل کرے کہ وہ سیر و بصرہ کے درمیان ایک نسبت ہے اور اس مفہوم کو ان دونوں کی حالت کے ادراک کا آلہ اور وسیلہ مانے اس صورت میں مفہوم ابتداء غیر مستقل بالمفہومیۃ اور ملتفت علیہ بغیرہ اور ملحوظ فی غیرہ ہے، لہٰذا اس صورت میں مفہوم ابتدا کے ادراک و تعقل کے لئے اس کے متعلق خاص کا ادراک قصداً شرط ہے اور اس کے متعلق خاص کا ادراک قصداً اس کے متعلق خاص کو ذکر کئے بغیر ناممکن ہے، اس لئے اس صورت میں مفہوم ابتداء کا ادراک و تعقل اس کے متعلق خاص کو ذکر کئے بغیر ناممکن ہے اس لیے اس صورت میں مفہوم ابتداء کے ادراک و تعقل کے لیے اس کے متعلق خاص کا ذکر شرط ہے۔ اس صورت میں مفہوم ابتدا پر دلالت کرنے کے لئے لفظ مِنْ وضع کیا گیا ہے اسی لئے لفظ مِنْ کی دلالت اس کے موضوع لہٗ پر ہونے کے لئے لفظ مِنْ کے ساتھ کوئی ایسا کلمہ ذکر کرنا شرط ہے جو مفہوم ابتدا کے متعلق خاص پر دلالت کرے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ لفظ مِنْ کا معنی لفظ مِنْ کے غیر میں ہے یعنی لفظ مِنْ اپنے موضوع لہٗ پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کے ذکر کئے جانے کا محتاج ہے: وھٰذا معنی قولہ واذا لاحظہ العقل (الی قولہ) دالة علی متعلقہ۔

Scanned by CamScanner

سوال: مفہوم ابتدا ایک ایسی نسبت ہے جو مبتدا[1] اور مبدا کے درمیان پائی جاتی ہے اس لئے مبتدا اور مبدا کے ادراک کے بغیر کسی حیثیت سے مفہوم ابتداء کا ادراک ممکن نہیں ہے، لہٰذا کسی حیثیت سے مفہوم ابتدا کو مستقل بالمفہومیۃ بتانا صحیح نہیں ہے ؟

جواب: مستقل بالمفہومیۃ کا معنیٰ اوپر یہ بتایا گیا ہے کہ جو قصداً مدرک ہو خواہ اس کا ادراک کسی دوسری چیز کے ادراک کے بغیر ممکن ہو یا محال، لہٰذا جب مفہوم ابتدا قصداً مدرک ہو تو وہ ضرور مستقل بالمفہومیہ ہے، اگرچہ مبتداء اور مبدا کے ادراک کے بغیر اس کا ادراک محال ہے۔

سوال: مفہوم ابتدا کے لئے جبکہ مبتدا اور مبدا لازم ذہنی ہیں، تو لفظ ابتدا اور لفظ من کے معنوں میں کیا فرق ہے ؟

جواب: ایک فرق تو یہ ہے کہ لفظ ابتدا کا معنی قصداً اور مبتدا و مبدا تبعاً مدرک ہوں گے اور لفظ من کا معنی تبعاً اور مبتدا و مبدا قصداً مدرک ہوں گے اور دوسرا فرق یہ ہے کہ لفظ ابتدا کے معنی کے مبتدا اور مبدا کا ادراک اجمالاً کافی ہے اور لفظ من کے معنی کے مبتدا اور مبدا کا ادراک تفصیلاً شرط ہے تیسرا فرق یہ ہے کہ لفظ ابتدا کے معنی کے ادراک و تعقل کے لئے مبتدا اور مبدا کے ذکر کی حاجت نہیں اور لفظ من کے معنی کے ادراک و تعقل کے لئے کسی خاص مبتدا اور کسی خاص مبدا کا ذکر شرط ہے۔ ان تینوں فرق کو محصول کی یہ عبارت ظاہر کر رہی ہے : ولزمہ تعقل متعلقہ اجمالاً وتبعاً من غیر حاجۃ الی ذکرہ۔

سوال: پہلے اور تیسرے فرق کا مطلب تو واضح ہے، لیکن دوسرے فرق کا مطلب وضاحت طلب ہے، لہٰذا متعلق کے ادراک اجمالی اور ادراک تفصیلی کی وضاحت کیجیے ؟

جواب: لفظ ابتدا کا معنی ابتداء شیئ ما متلبساً بشیئ ما ہے، یعنی کسی چیز کو کہیں سے شروع کرنا، لہٰذا لفظ ابتدا کے معنی کا متعلق کلی ہے یعنی مبتداء ما اور مبدأ ما اور لفظ من کا معنی ابتداء شیئ معین متلبساً بشیئ معین ہے، یعنی خاص چیز کو خاص محل سے شروع

---

[1] قولہ مبتداء یعنی جس فعل کو شروع کیا اور مبدا یعنی جہاں سے شروع کیا مثلاً ابتدا سیری من البصرۃ الی الکوفۃ سیر مبتدا ہے اور بصرہ مبدا، ۱۲ منہ۔

Scanned by CamScanner

کرنا مثلاً سیر کو بصرہ سے لہٰذا لفظ من کے معنی کا متعلق جزئی ہے، یعنی مبتدأ منہا اس اور مبدأ فیہا
متعلق کلی کا ادراک، ادراک اجمالی ہے اور متعلق جزئی کا ادراک، ادراک تفصیلی ہے۔

سوال: لفظ من کے معنی کا متعلق جبکہ جزئی ہے، تو آپ نے سیر و بصرہ کو متعین کیوں
نہیں کیا؟ اور اس طرح کیوں کہا کہ مثلاً سیر کو بصرہ سے؟

جواب: لفظ من کے معنی کا متعلق صرف ایک جزئی نہیں ہے، بلکہ اس کے معنی کا متعلق
علی سبیل البدلیۃ بہت جزئیات ہیں، یعنی کبھی کوئی جزئی اس کا متعلق ہوتی ہے اور کبھی کوئی اور
کبھی کوئی جیسے اسم اشارہ کا موضوع لہ، جزئی حقیقی ہے، اسی لئے وہ معرفہ ہے لیکن اس کا
موضوع لہ صرف ایک جزئی حقیقی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ کبھی ایک جزئی حقیقی مشار الیہ ہوتی ہے
اور کبھی دوسری اور کبھی تیسری اور کبھی کوئی اور کبھی کوئی **حاصل** کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ ابتداء کا
معنی چونکہ ابتداء شیئ ما متلبسا بشیئ ما اور لفظ من کا معنی ابتدا شیئ معین
متلبسا بشیئ معین ہے اس لئے لفظ ابتداء کا معنی کلی ہے اور لفظ من کا معنی اس کلی کا ہر فرد
علی سبیل البدلیۃ ہے: وھذا معنی قولہ والحاصل ان لفظ الابتداء موضوع
لمعنی کلی ولفظۃ من موضوعۃ لکل واحد من جزئیاتہ المخصوصۃ۔

سوال: ابتداء سیری متلبس بالبصرۃ وانتہائہ متلبس بالکوفۃ میں ابتدا
کا متعلق سیر و بصرہ ہیں اور وہ دونوں جزئی ہیں، اس لئے مثال مذکور میں لفظ ابتدا کا معنی جزئی
ہے اور یہ جزئی لفظ من کا معنی نہیں ہے، لہٰذا یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ لفظ ابتدا کا معنی کلی
ہے اور نہ یہ کہنا صحیح ہے کہ لفظ من کا معنی اس کلی کا ہر فرد علی سبیل البدلیۃ ہے۔

جواب: وضع کے اعتبار سے لفظ ابتدا کے معنی کا متعلق کلی ہی ہے، یعنی مبتدأ منہا اور مبدأ فیہا
جو مثال مذکور میں سیر و بصرہ کے ضمن میں متحقق ہیں لہٰذا مثال مذکور میں لفظ ابتداء کا مدلول کلی
ہی ہے نہ کہ جزئی۔ ہاں ترکیب کی خصوصیت کے سبب اس مثال میں جزئی معنی کا ادراک و
تعقل بھی ہوا ہے، لیکن صرف جزئی ہونا لفظ من کا مدلول ہونے کو کافی نہیں ہے، بلکہ یہ
بھی شرط ہے کہ اس جزئی کا ادراک و تعقل اس طرح کیا گیا ہو کہ وہ جزئی اپنے

Scanned by CamScanner

متعلق[1] کی نسبت ہے اور متعلق کے احوال[2] جاننے کے لئے آلہ اور وسیلہ ہے: وھٰذا معنی قولہ المتعلقة[3] من حیث انھا حالات لمتعلقاتھا وآلات لتعرّف احوالھا اھ

سوال: لفظ ابتداء کا مدلول کلی اور لفظ من کا مدلول اُس کلی کا فرد ہو تو لفظ ابتدا کا مدلول لفظ مِن کے مدلول پر صادق آئے گا ضرورۃ صدق الکلی علیٰ افرادہ اور جب لفظ ابتداء کا مدلول لفظ من کے مدلول پر صادق آئے گا، تو حرفی معنی پر اسمی معنی کا صدق لازم آئے گا اور یہ محال ہے، اس لئے کہ اسم وحرف باہم قسیم ہیں اور دونوں کے معنی متبائن ہیں اور ایک متبائن کا صِدق دوسرے متبائن پر محال ہے۔؟

جواب: حرف کے معنی پر اسم کے معنی کا صدق محال ہے، اس لئے کہ وہ دونوں باہم متبائن ہیں، لیکن حرف کے فرد کے معنی پر اسم کے فرد کے معنی کا صِدق ممکن ہے۔

سوال: اسم کے ہر فرد کا معنی مستقل بالمفھومیۃ اور حرف کے ہر فرد کا معنی غیر مستقل بالمفھومیۃ ہے، تو غیر مستقل بالمفھومیۃ پر مستقل بالمفھومیۃ کیسے صادق آئے گا؟

جواب: جیسے غیر کلی پر کلی صادق آتی ہے مثلاً زید پر انسان یعنی جیسے انسان من حیث ھو ھو جو مہملہ قدمائیہ کا موضوع ہے، وہ زید پر صادق آتا ہے نہ کہ انسان من حیث العموم جو قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے، ایسے ہی ابتدا کا معنی یعنی ابتداء شیئٍ مّا متلبسا بشیئٍ مّا من حیث ھو ھو من کے معنی پر صادق آتا ہے نہ کہ ابتداء شیئٍ مّا متلبسا بشیئٍ مّا من حیث استقلالہ بالمفھومیۃ من کے معنی پر صادق ہے۔ مہملہ قدمائیہ اور قضیہ طبعیہ کا بیان "ہدایۃ المنطق" میں دیکھئے۔ اقول وبھذا ظھر جواب ایراد قوی استصعبہ العلماء وھو ان مدلول لفظ الابتداء مُستقل بالمفھومیۃ بالاجماع وھو معنی کلی یکون فرد من افرادہ مدلول لفظۃ من کما صرح بہ الشارح والابتداء مصدر افرادہ افراد حصصیۃ لاغیر کما قرر السیّد الخ اھ فی حاشیتہ

---

[1] قولہ متعلق سیر وبصرہ ۱۲ منہ [2] قولہ احوال یعنی مبتدئیت اور میدئیت ۱۲ منہ

[3] قولہ المتعلقۃ فی بعض نسخ الجامی المتعلقہ وھو خطأ کما لا یخفی علیٰ اولی النھیٰ ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

علی شرح المواقف فیلزم ان تکون لفظة من دالة علی فرد حصصی للمعنی الکلی الذی هو مدلول لفظ الابتداء والفرد الحصصی عبارة عن الکلی مع قید فالدال علی فرد حصصی مطابقة دال علی ذلک المعنی الکلی تضمنا فیلزم ان تکون لفظة من دالة علی ذلک المعنی الکلی تضمنا وقد تقدم ان ذلک المعنی الکلی مستقل بالمفهومیة بالاجماع فیلزم ان تکون لفظة من دالة علی معنی مستقل بالمفهومیة تضمنا وهذا باطل لانهم اجمعوا علی ان الحرف لا دلالة له علی معنی مستقل بالمفهومیة لا مطابقة کما تکون فی الاسم ولا تضمنا کما تکون فی الفعل وحاصل الجواب ان دلالة لفظة من تضمنا علی ابتداء شیئ ما متلبسا بشیئ ما مسلم لکن فیه اعتبارین احدهما ابتداء شیئ ما متلبسا بشیئ ما من حیث هو هو وثانیهما ابتداء شیئ ما متلبسا بشیئ ما من حیث استقلاله بالمفهومیة ولفظة من انما تدل علیه من حیث هو هو تضمنا لا من حیث استقلاله بالمفهومیة

سوال: لفظ ابتدا اور لفظ من کے معنوں میں بس یہی فرق ہے کہ لفظ ابتدا کا موضوع لہ کلی اور لفظ من کا موضوع لہ جزئی ہے یا وہ تینوں فرق بھی صحیح ہیں جو محصول میں بتائے گئے ہیں؟

جواب: وہ فرق بھی صحیح ہیں، اس لئے کہ معنی کلی ہی قصداً مدرک و ملحوظ فی ذاتہ اور مستقل بالمفہومیۃ ہو سکتا ہے اور محکوم علیہ و محکوم بہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور جزئیات نہ قصداً مدرک ہو سکتے ہیں نہ ملحوظ فی ذاتہ نہ مستقل بالمفہومیۃ ہو سکتے ہیں اور نہ ہی محکوم علیہ و محکوم بہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں: وهذا معنی قوله وذلك المعنی الکلی یمکن ان یتعقل قصدًا ویلاحظ فی ذاته فیستقل بالمفهومیة ویصلح ان یکون محکوما علیه وبه، واما تلك الجزئیات فلا تستقل بالمفهومیة ولا تصلح ان تکون محکوما علیها وبها اھ

یہ جزئیات اپنے متعلقات کے احوال جاننے کے آلہ اور وسیلہ ہیں، اس لئے ان جزئیات کا ادراک و تعقل متعلقات کو ذکر کئے بغیر نہیں ہوتا، متعلقات کے ذکر سے ہی ان جزئیات کا

ادراک ہوتا ہے تو گویا وہ جزئیات کہ جو لفظ من کے معنی ہیں، دوسرے کلمہ میں ہیں۔ وَهٰذا معنى قوله بل تلك الجزئيات لا تتعقل الا بذكر متعلقاتها لتكون آلات لملاحظة احوالها فهٰذا هو المراد بقولهم ان الحرف كلمة تدل على معنى في غيرها۔

ہر جملہ میں ایک نسبت ہوتی ہے اور نسبت غیر مستقل ہے جو محکوم علیہ اور محکوم بہ کے ساتھ پائی جاتی ہے، اس لیے محکوم علیہ اور محکوم بہ کا مستقل ہونا شرط ہے، ورنہ غیر مستقل کا قیام غیر مستقل کے ساتھ لازم آئے گا (بلفظ دیگر) نسبت تبعاً مدرک ہوتی ہے، لہٰذا محکوم علیہ اور محکوم بہ قصداً مدرک ہوں گے (بلفظِ دیگر) محکوم علیہ اور محکوم بہ کے احوال جاننے کا آلہ اور وسیلہ نسبت ہے، اس لئے نسبت منظور الیہ فی غیرہ اور محکوم علیہ و محکوم بہ منظور الیہ فی نفسہ ہیں؛ وهٰذا معنى قوله اذ لابد في كل واحد منهما ان يكون ملحوظا قصدا ليمكن ان يعتبر النسبة بينه وبين غيره۔

ایضاح میں ضمیر مجرور کا مرجع معنے کو بنایا ہے، جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اسم کا معنی فی نفسہ ہے اور شارح نے ضمیر مجرور کا مرجع ما اسمیہ کو بنایا ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اسم کا معنی فی نفس الکلمۃ ہے اور اوپر یہ بتایا جا چکا ہے کہ معنی فی نفسہ[1] ہونے کا مطلب معنی مستقل بالمفہومیۃ ہونا ہے اور معنی فی نفس[2] الکلمہ ہونے کا مطلب معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج نہ ہونا ہے۔ ان دونوں میں اوّل علت اور دوسرا معلول ہے یعنی معنی مستقل بالمفہومیۃ ہونا علت اور معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج

---

[1] قولہ معنی فی نفسہ الخ قال فی المحصول فالابتداء مثلاً اذا لاحظہ العقل قصداً و بالذات کان معنی مستقلاً بالمفہومیۃ الخ ۱۲ منہ [2] قولہ معنی فی نفس الکلمۃ الخ قال فی المحصول فلاحاجۃ فی الدلالۃ علیہ الی ضم کلمۃ اخریٰ لتدل علی متعلقہ و ہذا ہو المراد بقولہم ان للاسم والفعل معنی کائنا فی نفس الکلمۃ الخ ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

نہ ہونا معلول ہے۔ وھٰذا معنی قولہ وَاِذا عرفت ھٰذا علمت (الیٰ قولہ) لا استقلال لہ بالمفہومیۃ۔

اور چونکہ معنی فی نفسہ ہونے کا مطلب معنی مستقل بالمفہومیۃ ہونا ہے اور معنی فی نفس الکلمہ ہونے کا مطلب معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج نہ ہونا ہے اور ان دونوں میں اوّل علت اور دوسرا معلول ہے تو معنی فی نفسہ ہونے اور معنی فی نفس الکلمہ ہونے کا مآل ایک ہی ہے یعنی مستقل بالمفہومیۃ ہونا، لہٰذا اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ اسم کا معنی مستقل بالمفہومیۃ ہے اس لئے وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج نہیں ہے اور اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج نہیں ہے اس لئے کہ اسم کا معنی مستقل بالمفہومیۃ ہے: وَھٰذا معنی قولہ فمرجع کینونۃ المعنی (الیٰ قولہ) وھو استقلالہ بالمفہومیۃ۔

کافیہ کی عبارت الاسم مَا دلّ علیٰ معنیً فی نفسہٖ میں ضمیر مجرور مذکر ہے اس لئے اس کا مرجع معنی کو ماننے سے کسی نحوی قاعدہ کی مخالفت لازم نہیں آتی، لیکن تعریف مجمل اور تعریف مفصّل میں لفظی[۱] مخالفت لازم آتی ہے، اس لئے ظاہر یہی ہے کہ اس کا مرجع ما اسمیہ ہے: وھٰذا معنیٰ قولہٗ ففی ھٰذا الکتاب (الیٰ قولہ) کلا المعینین۔

مفصّل کی عبارت میں ضمیر مذکر ہی ہے، اس لئے اس کا مرجع ما اسمیہ کو ماننے سے کسی نحوی قاعدہ کی مخالفت لازم نہیں آتی، لیکن جب دو چیزیں مرجع بننے کی صلاحیت رکھتی ہوں، جن میں ایک قریب اور دوسری بعید ہو اور بعید کو مرجع ماننے کا مرجح موجود ہو تو بعید کو مرجع ماننا ظاہر ہے اور بعید کو مرجع ماننے کا مرجح مفقود ہو تو قریب کو مرجع ماننا ظاہر ہے، اس لئے مفصّل کی عبارت میں ظاہر یہی ہے کہ اس کا مرجع معنی ہے

---

[۱] قولہ، لفظی مخالفت نہ حقیقی ۱۲ منہ

Scanned by CamScanner

نہ کہ ما اسمیہ وَھٰذا معنی قولہ ولکن عبارۃ المفصّل (الیٰ قولہ) فی نفس الکلمۃ۔

سوال: کافیہ کی عبارت میں بھی دو چیزیں مرجع بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں، جن میں ایک قریب اور دوسری بعید ہے، اس میں بعید کو مرجع ماننے کا مرجح کیا ہے؟

جواب: دلیل حصر میں ضمیر مؤنث ہے جس کا مرجع کلمہ ہے جو یہ دلالت کرتی ہے کہ اسم کا معنی نفس کلمہ میں ہے، لہٰذا کافیہ کی عبارت میں الاسم ما دل علی معنی فی نفسہ میں ضمیر مجرور کا مرجع معنی کو ماننے سے تعریف مجمل اور تعریف مفصل میں لفظی مخالفت لازم آتی ہے، اس مخالفت سے احتراز ضمیر مجرور کا مرجع ما اسمیہ کو ماننے کا مرجح ہے اور مفصل کی عبارت میں ایسا کوئی مرجح نہیں ہے، اسی لئے مصنف نے ایضاح شرح مفصل میں ضمیر مجرور کا مرجع معنی ہی کو بتایا ہے۔

وھٰذا معنی قولہ ولھٰذا رای ولاجل قرب المعنی وفقدان مرجح مرجعیۃ ما الاسمیۃ) جزم المصنّف ھناك اھ

ھٰذا ما تیسر لی فی ھذا المقام بفضل اللّٰہ العلیم المنعام وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام، علی سیّد المرسلین صفوۃ الانام، وعلیٰ آلہ واصحابہ العز الکرام۔ وکان الفراغ من تبییض فی آخر سنۃ ست وثمانین وثلاث مائۃ والف من ھجرۃ سیّد الانام، علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ وانا الراجی رحمۃ رب الکونین، المفتی السیّد محمد افضل حسین المونگیری البہاری غفرلہ ولوالدیہ الرحمٰن الباری۔

کتابت محمد عاشق حسین ہاشمی چنیوٹ

مطبوعات حضرت بحرالعلوم رحمہ اللہ تعالیٰ

۱ تعارف جامع المحاسن از علامہ اقبال مصطفوی
۲ الجواہر الصافیہ شرح کافیہ
۳ زبدۃ التوقیت مع لوگارثم تفہیم
۴ دراستہ النحو
۵ توضیح الافلاک
۶ التوضیح المقبول
۷ مصباح المنطق
۸ بدایۃ المنطق
۹ بدایۃ الصرف
۱۰ تکمیل الصرف
۱۱ بدایۃ النحو
۱۲ مفتاح التہذیب
۱۳ مرقاۃ الفرائض
۱۴ عمدۃ الفرائض
۱۵ ہدایۃ التقویم
۱۶ بدایۃ الحکمۃ
۱۷ صبح و شفق
۱۸ مسئلہ لاؤڈ سپیکر

ملنے کا پتے

* مکتبہ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور
* مکتبہ رضویہ بیرون گنج بخش روڈ لاہور * مکتبہ روحانی بیرون گنج بخش روڈ لاہور
* مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ A فیصل آباد * کتب خانہ ملک تاجران کارخانہ بازار فیصل آباد
* اقراء بک سیلرز کوتوالی روڈ بیرون امین پور بازار فیصل آباد * مکتبہ الحسنیہ کلفٹن کراچی
* مکتبہ المدینہ 213 سوساں روڈ مدرسہ المدینہ فیصل آباد * مکتبہ نوریہ وکٹوریہ مارکیٹ سکھر
* مکتبہ باہو دینہ (جہلم)

041-2647717

Scanned by CamScanner